# زوال الاشتباہ فی ما اھل بہ لغیر اللہ

المعروف

# تفسیر ما اہل بہ لغیر اللہ

از افاضات

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم سندھ

الحاج محمد عبداللہ نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ

(ترتیب و تعلیق)

ابن عبداللہ غلام محمد نعیمی ایم۔اے

مہتمم دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی

شائع کردہ

مکتبۂ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی ۳۷

نام کتاب ——— تفسیر ما اہل بہ لغیر اللہ

ناشر ——— مکتبہ مجددیہ نعیمیہ کراچی

مطبع ——— ملیر گولڈن پرنٹنگ پریس

صفحات ——— ۴۸

قیمت ——— ۶ روپے

# تفسیر
# مَااھل بہ لغیراللہ

ازافاضات

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم سندھ

پیرطریقت

الحاج محمد عبداللہ نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتعلیق

ابنِ عبداللہ غلام محمد نعیمی ایم اے

مہتمم دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی

شائع کردہ

مکتبۂ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی نمبر ۳۷

فون نمبر: 400228 - 451491

# پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

قرآنِ مجید میں انتیسویں پارے کی سورۃ دھر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیکوکار بندوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یوفون بالنذر وہ نذر کو پورا کرتے ہیں۔ اس طرح آگے فرماتا ہے

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

وہ لوگ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور پھر ان سے کہتے ہیں کہ

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا

ہم تو تمہیں صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ تو تم سے کسی بدلے کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ کسی شکریہ کا۔

مندرجہ بالا آیات اور ایسی ہی دیگر آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں جس نیکی کا تصور ملتا ہے اس کے معنی اور مفہوم اظہر من الشمس ہے نیکی کسی بھی قسم کی ہو۔ بہرحال وہ نیکی ہی ہے اور اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے تو بندے کے لئے اس کا اجر و ثواب ضرور بنتا ہے۔ یہی بات تو آٹھویں سپارے میں فرمائی گئی ہے کہ۔

مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا

جو ایک نیکی بارگاہ ایزدی میں لائے گا تو اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا اجر حاصل ہو گا اسی طرح راہِ خدا میں پیسہ پائی خرچ کرنے کا ثواب جو حاصل ہوتا ہے اس کی مثال گندم کی بالیوں سے دی گئی ہے۔ جس میں سات سات سو گنا اجر ملنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہی نیکی کا ثواب ملنے کے

مسلمان مختار ہے۔ وہ جس کو بھی چاہے اپنا وہ ثواب منتقل کر سکتا ہے۔ یہی ایصالِ ثواب کا تصوّر بھی ہے۔ تمام نیکیوں کا جب جائزہ لیا گیا تو اس میں راہِ خدا میں حلال جانور کا خون بہانے کا اجر بھی بڑی اہمیت کا حامل بنا۔ خواہ وہ قربانی کی صورت میں ہو یا صدقے کی صورت میں ہو۔ راہِ الٰہی میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ بلکہ ذی الحج کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخوں میں تو اُس نیک عمل کا ثواب سب سے زیادہ بتایا گیا ہے۔ اس لئے کہ بندہ اپنے محبوب اور چہیتے جانور کو اپنے ہاتھوں سے قربان کر کے سنتِ ابراہیمی میں عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور اس وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر اپنے جانور کو اپنے رب کی راہ میں قربان کرتا ہے۔ اور بلند آواز سے بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے ہوئے جانور قربان کرنے کا جو تصور ملتا ہے اس کو اہلال کہا جاتا ہے۔ اور اسی سے ہمیں یہ سبق ملا کہ جانور صرف اللہ اور اللہ ہی کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اگر اس جانور پر اس کو ذبح کرنے کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا تو پھر وہ جانور ہرگز حلال نہ ہوگا۔ اسی کو آیتِ قرآنیہ میں فرمایا گیا کہ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے وہ جانور حرام ہے۔

اپنی اپنی سوچ کا پھیر ہے اور یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کو بعض لوگوں نے ذبح کے وقت کے قیدے آزاد کرتے ہوئے ہر وقت سے ساتھ لفظ غیر اللہ کو شامل کر دیا حالانکہ موٹی سے موٹی عقل والا آدمی بھی اس بات سے اتفاق نہیں کرے گا کہ کسی بھی چیز پر اگر کسی کا نام رکھ دیا گیا اور اس چیز کو اس شخص کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تو وہ چیز حرام ہو گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے اس مسئلے کو آڑ بنا کر اپنے باطل عقیدوں کی خوب اچھی طرح سے پرچار کی۔ اور ہر شخص کو کافر و مشرک بنانے کی کوشش کی۔ اگر کسی نے گیارھویں کی اور اس موقع پر جانور قربان کیا تو بس وہ بھی کافر ہو گیا (نعوذ باللہ) کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں رب کی راہ میں اسی کے نام پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے جانور قربان کیا تو بس ان کے عقیدے کے مطابق وہ جانور بھی حرام ہو گیا اور اس کا گوشت بھی حرام ہو گیا (نعوذ باللہ)

ذرا سوچئے تو سہی کہ اللہ نے حرام نہیں کیا۔ اس کے رسول نے حرام نہیں کیا تو انھوں نے کیا جن کو نہ حرام کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ کسی حرام کو حلال کرنے کا حق حاصل ہے۔ خدا جانے

کب سے انھوں نے یہ ڈیوٹی سنبھالی ہے۔ حالانکہ ایک مسلمان یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اللہ کے حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتا پھرے۔ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرتا پھرے۔ ایسے لوگوں کے باطل عقیدوں کی وجہ سے مسلمانان عالم میں زبردست انتشار پیدا ہو جو کہ مسلمانوں کے افتراق اور اختلاف کا سبب بنا۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے مسلمانانِ عالم سخت مخمصے میں مبتلا ہوئے کہ کدھر جائیں کس کی بات سنیں کس کو سچا جانیں۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم سے مالا مال فرمایا ہے۔ انھوں نے جب غور و فکر کیا تو انھیں قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا واضح جواب ملا۔ اور ان باطل نظریات رکھنے والوں کا بطلان اور سازش معلوم ہوئی۔ انھوں نے قرآن و سنت کو اپنا رہبر و راہنما بنایا۔ اور جن لوگوں نے جن بزرگوں نے جن اکابرین اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلے میں غور و فکر کیا ان کے اقوال سے رہنمائی حاصل کی۔ ایسے ہی حضرات میں ہمارے آقا، ہمارے سرپرست، ہمارے والد بزرگوار مفتی اعظم سندھ شمس الفقہا پیر طریقت الاساتذہ رہبر شریعت، حامی سنت، ماحی بدعت استاذ حضرت الحاج مفتی محمد عبداللہ نعیمی شہید نور اللہ مرقدہ بھی ہیں۔ جنھوں نے اپنی مبارک زندگی میں جہاں اور عقائد باطلہ کا رد کیا اور اپنی تحریر و تقریر سے ایسے دشمنان دین و مذہب و ملت کو دندان شکن جواب دیا۔ وہیں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے مسئلے پر بھی بڑی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بڑی آسان فہم زبان پچاس حوالوں کے ساتھ اس کا جواب دیا اور باطل عقیدے پرچار کرنے والے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

حضرت والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ جو کہ ایک رسالے کی شکل میں اپنے معزز قارئین اور ناظرین کی خدمت میں پرخلوص جذبات کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب ہم سب کے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے جلیلہ سے اور ہمارے بزرگوں ہمارے پیر طریقت حضرت خواجہ محمد اشرف دیھڑانی کے وسیلے سے ہمارے اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور عوام اہل سنت کے لئے اس کو مفید بنائے۔ اور ان کو مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے۔

حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اب محتاج تعارف نہیں رہی ہے اس لئے کہ انھوں نے اپنے مبارک زندگی میں دین متین اور اپنے سچے مسلک اہل سنت کے سلسلے میں

اور عوام اہل سنت کے اتحاد اور اتفاق کے سلسلے میں جو خدمات جلیلہ انجام دیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

قبلہ والد بزرگوار گدڑی میں لعل تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے مبارک آستینوں میں یدبیضا لئے بیٹھے تھے ان کی زندگی میں کوئی ان کی وہ قدر نہ کرسکا جو کہ کرنی چاہیئے تھی لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے اس طرف ذرا بھی توجہ نہ دی۔ اس لئے کہ وہ تو اپنے رب کے کام میں مصروف تھے۔ انھوں نے ۱۹۶۰ء میں ملیر کے ایک گوشے میں دینی خدمت کا جو پودا لگایا تھا۔ ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء تک اس نے ایک تناور درخت اور باربردار درخت کی شکل اختیار کی تھی اور اس میں پھل بھی آنے لگ گئے تھے جس باغ کی انھوں نے ۲۲ برس بیٹھ کر خدمت کی آج وہ جگہ جگہ سایہ دینے لگا تھا۔ اور اپنے فیضان سے ایک عالم کو مستفیض کرنے لگا تھا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف کے بعد یہ درخت نہ مرجھایا اور نہ بے سایہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے خلوص اور سچائی کے ساتھ داغ بیل رکھنے والے اس درخت کو دن دونی رات چوگنی ترقی بدن عروج بخشا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قابل کیا کہ آج ہم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے فرمان الٰہی کے مطابق یہ اعلان کرتے ہوئے اپنے رب کا شکر محسوس کرتے ہوئے کہ اس نے ہمیں اس درخت کو مزید آبادی کرنے کی توفیق بخشی۔ اور آج یہ دارالعلوم جو آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اپنی آب و تاب کے ساتھ مسلک اہلسنت والجماعت کی خدمات انجام دے رہا ہے

آخر میں آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دارالعلوم کے ذریعے سے اپنے دین متین اور مسلک حقہ اہلسنت والجماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

از قلم

ابن عبد اللہ غلام محمد نعیمی ایم اے

# حوالہ جات

۱- قرآن کریم
۲- تفسیر تنویر المقیاس از سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
۳- تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ
۴- تفسیر خازن از علامہ علی محمد خازن علیہ الرحمۃ
۵- تفسیر روح المعانی از علامہ محمد آلوسی علیہ الرحمۃ
۶- تفسیر روح البیان از علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ
۷- تفسیر ابن جریر از امام محمد بن جریر علیہ الرحمۃ
۸- تفسیر مدارک از امام عبداللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمۃ
۹- تفسیر بیضاوی از امام عبدالرحمن بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰- تفسیر در منثور از امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ
۱۱- تفسیر جلالین از امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ
۱۲- تفسیر کمالین از امام کمال الدین علیہ الرحمۃ
۱۳- بحر المحیط از عبداللہ محمد بن یوسف علیہ الرحمۃ
۱۴- تفسیر سراج المنیر از امام محمد بن شربینی علیہ الرحمۃ
۱۵- تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ
۱۶- تفسیر کشاف از جار اللہ زمخشری علیہ الرحمۃ
۱۷- تفسیر ابن کثیر از عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ
۱۸- تفسیرات احمدیہ از علامہ احمد جیون علیہ الرحمۃ

۱۹۔ تفسیر مراغی۔ از امام احمد المصطفےٰ مراغی علیہ الرحمۃ

۲۰۔ تفسیر احکام القرآن از امام محمد بن احمد قرطبی علیہ الرحمۃ

۲۱۔ تفسیر حسینی از علامہ معین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ

۲۲۔ مفردات القرآن از امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ

۲۳۔ تفسیر جامع البیان از شیخ سید معین الدین علیہ الرحمۃ

۲۴۔ تفسیر ابوالسعود از امام ابو محمد الحسین بغوی علیہ الرحمۃ

۲۵۔ تاج التفاسیر

۲۶۔ تفسیر صاوی علی الجلالین

۲۷۔ الشہاب علی البیضاوی

۲۸۔ شیخ زادہ

۲۹۔ صحیح البخاری از امام محمد بن اسماعیل بخاری

۳۰۔ امام نووی علی مسلم

۳۱۔ التاج الجامع

۳۲۔ ابوداؤد از امام سلیمان بن الاشعث علیہ الرحمۃ

۳۳۔ جامع ترمذی از امام ابوعیسیٰ بن محمد عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ

۳۴۔ سنن نسائی از امام احمد بن شعیب النسائی علیہ الرحمۃ

۳۵۔ مشکوٰۃ شریف از امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ علیہ الرحمۃ

۳۶۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از امام علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ

۴۲۔ مجموعۃ الفتاوی از علامہ عبدالحئی لکھنوی علیہ الرحمۃ

۴۳۔ قاموس

۴۴۔ منتہی الارب

۴۵۔ شرح عقائد نسفی علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ

۴۶۔ فتاویٰ عزیزی از شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی

۴۷۔ صراطِ مستقیم از محمد اسماعیل دھلوی

۴۸۔ امداد المشتاق مولوی اشرف علی تھانوی۔

۴۹۔ رسالہ نذور۔ شاہ رفیع الدین

۵۰۔ فتاوی شاہ رفیع الدین۔ شاہ رفیع الدین

---

**سوال** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے ارادہ کیا ہے کہ اگر فلاں کام میری خواہش کے موافق انجام پائے تو میں فلاں پیر یا فلاں کا بکرا یا گائے دوں گا اور حاجت پوری ہو جانے کے بعد حیوانات مذکورہ کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا۔ مندرجہ بالا جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں اور غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے اور بزرگان دین کے اسمائے گرامی کے ساتھ مشہور کرنے سے یہ چیزیں حرام ہو جائیں گی اور مذکورہ نذر ماننا ہوا پورا کرنا لازم ہے یا نہیں۔ بعض حضرات نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ مذکورہ حیوانات حرام ہو جائیں گے۔

ان کا کھانا مثل کھانے حرام کے ہے اور نذر و نیاز کرنا حرام ہے دلیل یہ قرآنی آیت پیش کرتے ہیں وما اھل بہ لغیر اللہ آیا یہ کہنا درست ہے یا نہیں بینوا و توجروا عند اللہ تعالیٰ

**الجواب وھو الموفق للصواب**

محض بزرگوں کے ناموں سے مشہور کر دینے سے یہ چیزیں حرام نہیں ہو سکتیں۔ جب کہ ان حیوانات پر ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ

وقال ایضاً وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الآیہ

ترجمہ:۔ جن چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو ان میں سے کھاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ایمان رکھتے ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان چیزوں میں سے نہیں کھاتے جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

حالانکہ ہم وہ چیزیں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں جو تم پر حرام ہیں

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا وہ چیز حلال ہے اگرچہ وہ چیز بزرگوں کے ناموں سے مشہور کیوں نہ ہو۔

اسی طرح چیزوں کو مخلوق کی جانب نسبت کرنے کا جواز اور نذر کے پورے کرنے کا جواز قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ اور علماءِ کرام کے اقوال سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوند تعالیٰ ہے۔

## دلیلِ قرآن

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ المساجد للّٰہ الآیۃ

(سورہ جن رکوع ۲ آیت نمبر ۱۷)

بے شک ساری مسجدیں اللہ کی ہیں۔ مگر ہم ان مسجدوں کے نام غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں مسجدِ ابوبکر، مسجدِ بلال، مسجدِ عمر وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے سے چیزیں حرام ہو جاتی ہیں تو البتہ کسی مسجد میں بھی نماز پڑھنا جائز نہ ہوتی مگر ایسا کوئی بھی نہیں کہتا تو ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے کوئی چیز بھی حرام نہیں ہوتی ہے۔

دلائل از احادیث مبارکہ

## حدیث اوّل

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیراً وقال هٰذہ لام سعد۔ الحدیث مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۹

ترجمہ :۔ پس کونسا صدقہ افضل ہے جو اپنی والدہ کے لئے کر دوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ پانی پھر حضرت سعد نے مدینہ پاک میں ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے

اس حدیث میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسول فرما رہے ہیں "ھٰذہ لام سعد" یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے" یعنی ان کی روح اقدس کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے۔ اِس سے صراحتہً ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی طرف اگر کسی چیز کی نسبت کی جائے تو وہ حرام نہیں ہوتی، اگر تسلیم کیا جائے کہ وہ چیز حرام ہوتی ہے تو پھر ماننا اور کہنا پڑے گا کہ مذکورہ کنویں کا پانی حرام ہو گیا کیونکہ وہ غیر اللہ یعنی سعد کی ماں کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس کنویں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین تبع تابعین اور اہلیانِ مدینہ نے پانی پیا کوئی مسلمان صاحب ایمان یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ ان مقدس ہستیوں نے حرام پانی پیا (معاذ اللہ) وہ پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے ہاں پاک و حلال تھا حالانکہ وہ غیر اللہ کی طرف منسوب تھا۔

## حدیث دوم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں مر گئی ہے۔

اینفعھا ان تصدقت عنہا قال نعم قال فان لی مخرفاً فاشھدک انی قد تصدقت عنھا۔ الحدیث ترمذی، کتاب الزکوٰۃ حدیث ۱۲۱

ترجمہ:۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں پہنچے گا اس نے کہا میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اُس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

اسی طرح اقوالِ علماء اہلسنت سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ غیر اللہ کی طرف کوئی بھی چیز منسوب کرنے سے حرام نہیں ہوتی ہے۔

اقوال علمائے کرام

## قول اول

علامہ خاتم المحققین مخدوم عبدالواحد سیوستانی المتوفی ۱۲۲۴ھ اپنی فتاوٰی میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

سوال :۔ اگر طعام یا چیزے دیگر متصدق بہ راہ اضافت بہ متصدق عنہ کردہ آید جائز است یا نہ"

جواب :۔ جائز است۔

عن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امی ماتت فای صدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھٰذہ لام سعد رواہ الترمذی والبوداؤد والنسائی وابن ماجہ واحمد، فیستفاد من ھٰذہ الحدیث انہ لوتصدق احد عن المیت وقال ھٰذہ الصدقۃ لفلان المیت یکون جائزا لایحرم کما توھم انہ لوملک للمیت یصیر حراما وھٰذا الحدیث حجۃ علیہ کما لا یخفی وانت خبیر بان المیت لیس اھلا لتملیک العین بل مراد القائل ان الثواب۔ ھٰذہ الصدقۃ للمیت

اھ فتاوٰی واحدی ص ۲۲۹

ترجمہ :۔ سوال :۔ اگر طعام یا اور کوئی چیز کو صدقہ کرنیوالا کسی طرف منسوب کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ جائز ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ وفات کرگئی ہے۔ پس کونسا صدقہ افضل ہے، پس جو ماں کے لئے کروں فرمایا" پانی" حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک کنواں کھدوایا

اور کہا کہ یہ سعد کی والدہ کے لیئے ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، اور احمد نے۔ اس حدیث سے استفادہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص میت کی طرف سے صدقہ کرے اور کہے کہ صدقہ فلاں میت کے لئے ہے یہ جائز ہے حرام نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر طعام کو میت کی طرف منسوب کر کے اس کی مِلک کہا گیا تو حرام ہو جاتا ہے یہ حدیث منکر پر حجت ہے جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں اور آپ بھی باخبر ہیں کہ میت ملکیت کا اہل نہیں بلکہ قائل کی مراد اس سے ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کے لئے ہے۔

اس قول سے بھی یہ امر ثابت ہوا کہ طعام وغیرہ کی نسبت اگر میت کی طرف کی جائے تو طعام یا حیوانات حرام نہیں ہوتے۔ جیسا کہ علامہ مخدوم صاحب نے دلیل کے طور پر حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پیش کی۔ قائل کا یہ کہنا کہ بکرا یہ گائے یا یہ طعام فلاں فلاں بزرگ یا شائخ کا ہے، اس سے مرادِ قائل کی یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کا ثواب فلاں فلاں کے لیئے ہے۔

## قول دوم

اور اسی طرح علامہ شیخ عبدالحئی لکھنوی رحمت اللہ علیہ اپنی فتاوٰی میں فرماتے ہیں۔

سوال:۔ سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کی بکری اور اسی طرح کی اور امثال حلال ہیں یا حرام۔

جواب:۔ اگر اللہ تعالٰی کا تقرب اور اس کی بارگاہ کے لئے قربانی یا کسی شخص کو ایصال ثواب کرنا مقصود ہو تو حلال ہے اور اس صورت میں کہ غیر اللہ کا تقرب ہو لبطور بھوگ اور محض جان نکالنا منظور نہ ہو، نہ گوشت کا تناول کرنا یا ایصال ثواب اور ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس صورت میں علماء کرام

اختلاف رکھتے ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ صفحہ ۱۵۲)

علامہ صاحب کے قول سے بھی یہ معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی طرف چیز کو منسوب کیا گیا تو وہ حرام نہیں ہوتی ہے۔

اور اسی طرح نذر و نیاز کرنا اور نذر و نیاز کے لیے مکان کا تعین کرنا یہ بھی جائز اور جس مکان کا تعین کیا ہے اسے اس مکان میں پورا کرنا لازم ہے جیسے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی شان میں فرماتا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝

پ ۲۹ رکوع ۱۹

ترجمہ:۔ بے شک نیک پیئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے وہ کافور کیا ہے ایک چشمہ ہے جس میں اللہ کے نہایت خاص بندے پیئں گے۔ اپنے محلوں میں سے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۔ (پ ۱۷ رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔ پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

برادرانِ اسلام ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نذر کرنا جائز ہے اور نذر کرکے اسے پورا کرنا جنتیوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے لیکن محرومین کہتے ہیں کہ نذروں کو پورا کرنا شرک ہے حرام اور خنزیر کی طرح قرار دیتے

ہیں اب اللہ تعالیٰ کا فرمان قبول کیا جائے گا یا ان منکروں کی بات قبول کی جائیگی

## کتب احادیث سے نذر کا ثبوت

قرآن کریم کے بعد کتب حدیث سے نذر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ منکروں کی چال مکرو فریب ظاہر ہو جائے۔

## حدیثِ اوّل

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

النذر نذران فما کان من نذر فی طاعة اللہ فذلک للہ وفیه الوفاء وما کان من نذر فی معصیة اللہ فذلک للشیطٰن ولا وفاء فیه ویکفرُ الیمین۔ (الحدیث)

(نسائی شریف ص ۲۲۹ ج ۲ مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۹)

ترجمہ:- نذر کی دو قسمیں ہیں، جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو تو یہ اللہ کے واسطے ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہو وہ شیطان کے واسطے ہے اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے اور نذر ماننے والے کیلئے کفارہ قسم ہے۔

## حدیث دوم

سیدنا ثابت ضحاک سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک منت مانی تھی کہ مکان بوانہ میں جو کہ مکہ معظمہ کے قریب ہے، (جگہ کا نام ہے) ایک اونٹ ذبح کروں گا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہاں پر بت پرستوں کے بتوں میں سے ایک بت ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ نہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہاں مشرکوں کی عید گاہوں میں سے کوئی عید گاہ ہے کہ نہیں تو اس شخص نے کہا کہ نہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس کی نذر کے پورے کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہے۔

هل کانَ فیہا وثن مِن اوثان الجاھلیۃ یعبد قالوا لا قالَ فھل کانَ فیہا عید مِن اعیادِ ھم قالوا لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوف بنذرک (الحدیث)
مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۸

**حدیث سوم** حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنی نذرتُ اَن اضربَ علیٰ رأسک بالدف

ترجمہ :- میں نے نذر مانی ہے کہ میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔

اس نے پھر عرض کیا۔

اِنی نذرتُ اَن اذبح بمکان کذا کذا مکانٍ یذبح فیہ اھل الجاھلیہ بصنم قالت لا قال بوثنٍ قالت لا قال اوفی بنذرک (الحدیث) ابوداؤد ص ۱۱۳ ج ۲ مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۸

ترجمہ :- میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں فلاں جگہ قربانی کروں گی اور وہ وہ جاہلیت کا مذبح ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا بت کے واسطے اس نے عرض کیا نہیں، پھر فرمایا وثن کے لئے، اس نے عرض کیا نہیں فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

**حدیث چہارم** سید المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ سعد بن عبادۃ استفتیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نذرٍ کانَ علیٰ اُمہٖ توفیت قبلَ ان تقضیہٖ فقالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقضہٖ عنھا۔ (الحدیث)

ترمذی ص ۱۸۶ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۱۲ ج ۲

ترجمہ :۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نذر کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جو اس کی والدہ پر لازم تھی اور وہ اس کو پورا کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گئی تھی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں کی طرف سے نذر کو پورا کرو۔

برادران اسلام ان تمام احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نذر کرنا اور جس جگہ کا تعین کیا ہے اسی جگہ پر اسے پورا کرنا لازم ہے اگر جائز نہیں ہوتا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابیہ کو دف بجانے کی اجازت نہ دیتے جانور ذبح کرنے کی اجازت نہ دیتے، حضرت سعد کو ماں کی طرف سے نذر پورا کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

اسی طرح علماء اہلسنت کے اقوال سے بھی ثابت ہے کہ نذر ونیاز کرنا جائز ہے اور پورا کرنا لازم ہے۔

**قول اول** علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قال الطیبی رحمۃ اللہ علیہ وفیہ ان من نذر ان یضحی فی مکان او یتصدق علی اہل بلد لزمہ الوفاء بہ

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۵۶۷ ج ۳)

ترجمہ جس نے یہ منت مانی کہ فلاں فلاں مکان میں جانور ذبح کرے گا یا فلاں شہر میں شہر والوں پر صدقہ کرے گا اسے یہ منت پورا کرنا لازم ہے۔

**قول دوم** شیخ المحدثین شیخ الہند علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "قول اوف بنذرک" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا کرو اپنی نذر کو۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ شخص جس نے نذر مانی ذبح کرنے کی کسی جگہ میں تو لازم ہے

اس کو پورا کرنا اس نذر کا۔ اگر وہ جگہ بتوں کی عبادت گاہ اور کافروں کے علامات پر جمع ہونے کی جگہ نہ ہو۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۹ ج ۳

**قول سوم** اور اسی طرح خاتم المحدثین مخدوم عبد الواحد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کیا فرمان ہے علماء کرام کا اس میں کہ بعض لوگ کھانا قبرستان لے جاتے ہیں اور کھانے کی نسبت مردوں میں سے کسی ایک کی طرف کر دیتے ہیں اور قبرستان سے باہر بیٹھ کر وہ کھانا کھالیتے ہیں اور بعض کسی بکرے کو اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ یہ بکرا فلاں ولی کا ہے پھر اس کو قبرستان سے متصل ذبح کر کے خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں کیا یہ کھانا اور یہ بکرا بحر الرائق کی اس عبارت کے مطابق ہے۔

وما ینقل الی ضرائح الاولیاء حرام، آیا حرام کیا جا سکتا ہے یا نہیں

الجواب:۔ فقال الناظر ان عبارۃ البحر وارد فیما یتقرب به الی الاولیاء کما یتقرب بالنذر الی الخالق کما یشیر الیه لفظ التقرب الواقع فی عبارۃ حیث قال فیما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت وغیرهما وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیهم حرام مالم یقصدوا صرفها للفقراء الاحیاء انتهی۔ وهذا انما یتحقق اذا حمل کلام الناذر علی الحقیقة واما اذا حمل علی المجاز کما یقتضیه حسن الظن بالمسلم یجعل النذر للاولیاء مجازا عن الصدقة علی الفقراء المجاورین فلا یتحقق ذلك والیه الاشارة فی قوله مالم یقصدوا صرفها للفقراء کما لا یخفی ویؤید ما فی الشرح الطریقة المحمدیه للشیخ عبد الغنی الحنفی رحمة الله علیه ومن هذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک

بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لهم تعلیق ذلک
علی حصول شفاء مریض او قدوم غائب فانه مجاز عن
الصدقة علی الخادمین بقبورهم وقد شرح ابن حجر
فی فتاواه ان هذا النذر للولی المیت او خلفاءه او لطعام
فقراء الذین عند قبره فصح النذر ووجب العرف فیما
قصده الناذر الی آخر ما بسطه وغالب الناس فی هذا
الزمان یقصدون ذالک فیحمل علیه انتهی وقال
ایضاً فی فتاواه النذر للولی انما یقصد به غالبا التصدق
عنه لخدام قبره واقاربه وفقرائه فان قصد الناذر
شیئا من ذلک او اطلق صح الخ فتاوی ابن حجر ص ۲۸۴ فهذا
صریح فی صحة النذر اذا حمل الکلام علی المجاز کما هو الغالب
نعم لو صرح احد ذلک النذر بطریق الحقیقة فلا خفاء
فی عدم صحته والحرمته وعلیه یحمل ما ذکره الشیخ القاسم
فی شرح درر البحار وما ذکره فی الدر المختار حیث قال
اعلم النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام الی آخره

اھ فتاوی واحدی ص ۲۵۰ ج ۳

اسی طرح مخدوم صاحب ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

فان الظاهر من حال المسلم ان لا یرید بالنذر نذر
المخلوق اذ النذر عبادة والعبادة لا یجوز لغیره تعالیٰ
فیحمل نذره لقرینة حاله علی المجاز عن التصدق علی
المجاورین۔ الخ (البیاض الواحدی ص ۲۵۰ ج ۳

ترجمہ: مسلمان کے حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نذر سے
نذر المخلوق کا ارادہ نہیں کرتے کیونکہ نذر عبادت ہے اور

عبادت سوائے خالق حقیقی کے غیر کے لئے ناجائز ہے پس اس کا مذکورہ نذر قرینہ حالیہ کی بناء پر مجاز پہ محمول کیا جائے گا۔ کہ مجاورین پر صدقہ ہے۔

لہذا بندہ مسکین ناچیز محمد عبد اللہ نعیمی کہتا ہے کہ مخدوم معظم کے قول کی تائید شیخ محمد سعید برہانی کا قول التعلیقات المرضیہ علی الصدیۃ العلائیہ کے حاشیے سے اور غوث صمدانی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ہوتی ہے مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیہا وقت

علامہ شیخ محمد سعید برہانی شامی فرماتے ہیں۔

ان التبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بحصول الشفاء او قدوم غائب انما ھو مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین لقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکوۃ للفقیر وسماہ قرضاً صح لان العبرۃ بالمعنی لا للفظ و قال غالب الناس فی ھذا الزمان یقصدون ذلک فیحمل الکلام علیہ۔ اھ التعلیقات المرضیۃ ص ۱۴۷

اور اسی طرح غوث صمدانی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ قطب وقت حضرت شاذلی کا قول نقل فرماتے ہیں۔

کان رضی اللہ عنہ یقول رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذا کان للک حاجۃ واردت قضاءھا فانذر للنفیسۃ الطاھرۃ ولو فلساً فان حاجتک تقضی۔

اھ طبقات الکبریٰ ص ۶۸

ترجمہ: حضرت شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تجھے کوئی حاجت درپیش ہو اور تو اس کو پورا کرنے کا ارادہ کرے تم سیدہ نفیسہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ کیوں نہ ہو تو بے شک تیری حاجت پوری ہو جائے گی

## قول چہارم

المذبح وان کانو ینذرونہا۔

اھ فتاویٰ عبدالحی ص ۱۰۵ جلد سوم

ترجمہ:۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بے شک وہ گائے جس کی نذر اولیاء کے لئے مانی جائے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے حلال و طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا گو ان کے لئے نذر کرتے ہوں۔

لہٰذا فقہاء کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یہ نذر جو کہ عوام الناس کی جانب سے اولیاء کرام کے لئے واقع ہوتی ہے یہ نذر شرعی نذر نہیں ہے اس لئے کہ نذر شرعی عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت حرام ہے بلکہ یہ نذر صدقہ اور ایصال ثواب سے مجاز ہے اور ناذر کی طرف نذر شرعی صراحتہً و صناحت کے بغیر عوام الناس کی اس نذر کو نذر شرعی پر محمول کرتے ہوئے اس کی حرمت کا فتویٰ دینا اور مسلمانوں پر شرک اور کفر کا حکم لگانا، جہالت و ضلالت اور باطنی خباثت کی علامت ہے جو کہ اولیاء کرام کے ساتھ بغض اور عداوت رکھتا ہے اسی کا ہی کام ہے۔

اب آپ کو ان حضرات کے پیروں اور مرشدوں کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں جو کہ نذر و نیاز کرنے والوں پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

منکروں کے پیر و مرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ طریق نذر و نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے۔ اس زمانے کے لوگ انکار کرتے ہیں۔

اھ امداد المشتاق ص ۹۲

پیر صاحب کے قول سے ثابت و واضح ہوتا ہے کہ اسلاف نذر و نیاز کے قائل بھی تھے اور اسی پہ ان کا معمول بھی رہا ہے

اور اسی طرح قائد علماء دیوبند اور مکتب فکر کے پیشوا اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں۔

در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست صراط مستقیم۔ ص ۵۵

ترجمہ:۔ رسوم میں فاتحہ پڑھنے عرس کرنے مردوں کی نذر و نیاز کرنے کی رسموں کی خوبی میں شک و شبہ نہیں۔

دیوبندی تبلیغی مودودی حضرات کے مجدد اسماعیل دہلوی نذر و نیاز عرس اور فاتحہ وغیرہ کی خوبی اور بہتری کا اقرار کریں اور ان کے مریدین اور متبعین ان کا انکار کریں۔ عجیب مرید و متبعین ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ علمائے کرام نے نذر کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے ایک تو نذر شرعی اور دوسری نذر عرفی جو کہ نذرانے اور ہدیہ کے معنی میں ہے۔ جیسے کہ شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مسئلہ اول: وہ لفظ جو کہ یہاں مستعمل ہوتا ہے شرعی معنی پر نہیں ہے جو کہ ایجاب غیر واجب ہے۔ عبادات مقصودہ کی جنس سے بطریق تقرب الی اللہ بلکہ معنی عرفی ہے اس لیے کہ عرف یہ ہے کہ جو چیز بزرگوں کے آگے لے جاتے ہیں اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔ (رسالہ نذور ص ۳)

اور یہی شاہ صاحب اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ یہاں ہر چند فائدے لکھے گئے ہیں، حق تعالیٰ انہیں نافع بنا دے۔ ایک یہ کہ جو نذر اور نیاز مردوں کے لیے کرتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں ایک تو عام مومنوں کے لیے اور وہ محمود ہے اس لیے کہ ایسا کرنا حصول ثواب اور دفع عذاب کے سلسلے میں ان مومنوں کی مدد

کرنا ہے۔

دوسری قسم اولیاء کرام کے لئے وہ نذر ہے کہ اگر ان کے ساتھ نیکی اور احسان کی نیت سے کی جائے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرنا رضاء الہی کا سبب ہے۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین ص ۸)

لہذا علماء کرام کی عبارات سے یہ امر واضح ہوا کہ اگر کوئی شخص تقرب یعنی مخلوق کی عبادت کی نیت سے خیرات کرے تو یہ خیرات حرام ہو جاتی ہے اور اگر فقراء پر تصدق اور اولیاء کرام کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے کسی چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے خیرات کرے تو یہ نسبت اور خیرات و نذر و نیاز جائز اور حلال ہے کوئی شرک یا حرام نہیں اگر وہ شرک و حرام ہے تو سب سے پہلے اپنے پیشواؤں اور پیروں پر شرک کے فتوے لگائے اس کے بعد ہمارے طرف آئیں اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اور جو حضرات وما اھل بہ لغیر اللہ کی آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ کی جانب اشیاء کو منسوب کرنے سے مذکورہ منسوب کردہ چیز حرام ہو جاتی ہے، ان کا یہ استدلال کرنا باطل ہے۔ کیونکہ آیت مقدسہ کی یہ معنی نہیں ہے۔ جو کہ یہ حضرات بیان کرتے ہیں بلکہ آیت کے معنی اس طرح ہے کہ حرام ہے وہ جانور جو کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے ہم بھی مانتے جو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ تو پھر وہ جانور حرام ہو جاتا ہے۔ یہ معنی مراد نہیں ہے جو کہ یہ منکرین بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام مفسرین کرام نے بھی معنی اس طرح کی ہے کہ حرام ہے وہ جانور جو کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ یہ ناچیز چند حوالوں پر اکتفاء کرتا ہے۔

## اکابر مفسرین سے وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر

## ① تفسیر تنویر المقیاس

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ مَا ذُبِحَ لِغَیْرِ اسْمِ اللّٰہِ عَمَلًا لِلْاَصْنَامِ

تفسیر ابن عباس ص ۱۸

ترجمہ :۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا بتوں کے لئے عمداً ذبح کیا جائے

## ② تفسیر خازن

امام علی بن محمد خازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی وَمَا ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَالطَّوَاغِیْتِ۔ اھ تفسیر خازن ص ۴۰ جلد اول

ترجمہ یعنی جو بتوں اور طاغوتوں کے لئے ذبح کیا جائے۔

وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِهٖ یعنی مَا ذُکِرَ عَلٰی ذَبْحِہٖ غَیْرُ اسْمِ اللّٰہِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْعَرَبَ فِی الْجَاهِلِیَّۃِ کَانُوْا یَذْکُرُوْنَ اَسْمَاءَ اَصْنَامِهِمْ عِنْدَ الذَّبْحِ فَحَرَّمَ اللّٰہُ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْاٰیَۃِ

تفسیر خازن ص ۲۲ جلد دوم

ترجمہ :۔ وما اھل لغیر اللہ بہ، وہ جانور جس کے ذبح کرنے پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور وہ یہ ہے کہ عرب جاہلیت میں ذبح کرنے کے وقت اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس کو حرام کر دیا۔

## ③ تفسیر ابن جریر

امام ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَاِنَّهٗ یعنی ذُبِحَ لِلْاٰلِهَۃِ وَالْاَوْثَانِ یُسَمّٰی عَلَیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ

تفسیر ابن جریر ص ۴۸ جلد دوم

ترجمہ :۔ اور جو ذبح کیا گیا ہو ان معبودان باطلہ اور بتوں کے لئے اور اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا، غیر کے نام سے ذبح کیا گیا۔

④ تفسیر مدارک

امام عبداللہ بن احمد النسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَىْ ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ فَذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَاَصْلُ الْاِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ اَىْ رُفِعَ بِهِ الصَّوْتُ لِلصَّنَمِ وَذٰلِكَ قَوْلُ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى

تفسیر مدارک پ ۲ رکوع ۵

ترجمہ :۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا اس پر غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا اور اصل اہلال آواز بلند کرنا ہے یعنی اس کے ساتھ بت کے لئے آواز بلند کی گئی اور یہ اہل جاہلیت کی بات ہے کہ ذبح کے وقت کہتے لات کے نام سے اور عزیٰ کے نام سے

⑤ تفسیر کبیر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
ومعنی قولہ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی مَا ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَهُوَ قَوْلُ مُجَاهِدٍ وَالضَّحَّاكِ وَقَتَادَةَ وَقَالَ رَبِيْعُ ابْنُ اَنَسٍ وَابْنُ زَيْدٍ يَعْنِيْ مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَهٰذَا الْقَوْلُ اَوْلٰى لِاَنَّهٗ اَشَدُّ مُطَابَقَةً لِلَّفْظِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ هُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ۔

اھ تفسیر کبیر ص ۹۰ جلد دوم

ترجمہ :۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنی یہ ہیں کہ جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو یہ قول مجاہد ضحاک اور قتادہ کا ہے ربیع بن انس اور ابن زید نے کہا یعنی وہ جس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا ہو اور یہ قول اولیٰ ہے کیونکہ اس میں مطابقت لفظی زیادہ ہے۔

⑥ تفسیر ابو السعود

امام ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ اَىْ رُفِعَ بِهِ الصَّوْتُ عِنْدَ ذَبْحِهٖ لِلصَّنَمِ۔ اھ

تفسیر ابو السعود ص ۹۴ جلد دوم

ترجمہ:۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی وہ چیز جس کو بت کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کی گئی ہو۔

**⑦ تفسیر بیضاوی** امام عبدالرحمٰن بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اَیْ رُفِعَ

بِہِ الصَّوْتُ عِنْدَ ذَبْحِہٖ لِلصَّنَمِ۔ (پ ۲ ع ۵)

ترجمہ:۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی وہ چیز جس کو بت کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کی گئی ہو۔

**⑧ مفردات القرآن** امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قولہ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اَیْ

مَا ذُکِرَ غَیْرُ اِسْمِ اللّٰہِ وَھُوَ مَا کَانَ یُذْبَحُ لِاَجْلِ

الاصنام۔ اھ مفردات القرآن ص ۵۶۶

**⑨ جلالین شریف** علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اَیْ ذُبِحَ

عَلٰی اِسْمِ غَیْرِہٖ تَعَالٰی۔ جلالین ص ۲۴

یعنی ذبح کیا جائے غیر اللہ کے نام کے ساتھ۔

**⑩ تفسیر مظہری** علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ قال الربیع ابن انس ما ذکر عند ذبحہ اسم غیر اللہ۔ اھ تفسیر مظہری ص ۱۵۸ جلد ۱

ترجمہ:۔ وما اھل بہ لغیر اللہ۔ ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

اسی طرح تفسیر درمنثور ص ۱۶۸ جلد اول، اور تفسیر سراج المنیر ۲ ص ۱۰۱، تفسیر بحر المحیط ص ۴۲۴ جلد سوم، تفسیر مراغی ص ۹۴ جلد دوم، تفسیر کشاف

ص ۳۲۹ جلد اول، تفسیر احکام القرآن ص ۱۵۴ جلد اول، تفسیر ابن کثیر ص ۸، تفسیر جامع البیان ص ۲۶، تفسیر کمالین ص ۲۲ تفسیر حسینی ص ۲۸، تفسیر کشاف ص ۵۹۲ جلد اول تفسیر روح البیان ص ۲۲ تفسیر روح المعانی ص ۴۲ جلد دوم، تفسیر صاوی ص ۲۳۱ جلد اول، الشہاب علی البیضاوی ص ۲۶۸ جلد دوم، شیخ زادہ ص ۴۸۱ جلد اول، تاج التفاسیر ص ۱۱۳ جلد اول۔ مذکورہ تمام تفاسیر سے یہ امر ظاہر ہوا کہ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کے معنی یہ ہیں کہ حرام ہے وہ جانور جو کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ جو غیر اللہ کی طرف منسوب کیا جائے وہ حرام ہے، ہرگز نہیں۔

اسی طرح تمام محدثین نے بھی وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ سے مراد وہ جانور لیا ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔

## محدثین کرام سے وما اهل بهٖ لغیر اللّٰه کی تفسیر

### امام نووی شارح مسلم شریف کی تفسیر

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ (الحدیث)

فالمراد بہ ان یذبح باسم غیر اللہ تعالیٰ۔

شرح مسلم ص ۱۶۰ جلد ۲

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا اس سے مراد یہ ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے ایسے آدمی پر اللہ کی لعنت ہے۔

اور صاحب تاج الجامع فرماتے ہیں وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ
ای ماذکر اسم غیر اللّٰہ عند ذبحہ کانت تفعلہ
عبدۃ الاوثان ۔ اھ التاج الجامع ص ۹۷ جلد اول

لہٰذا محدثین عظام کے اقوال سے بھی یہ امر واضح ہو گیا کہ محض کسی چیز کو غیر اللہ کی جانب اضافت کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی ہے جبکہ ذبح کے وقت جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو ذبیحہ حلال ہے خواہ ذابح کی نیت کچھ بھی ہو اس جانور کے حلال و حرام ہونے کا دارومدار نیت و نذر پر نہیں ہے بلکہ رفع الصوت بذکر اللہ پر ہے (مگر باستثناء ایک صورت کے جس کا ذکر آگے آئے گا) اگر ذبح کے وقت یہ ہو گیا ہے یعنی ذبح کے وقت نام خدا لے کر ذبح کیا گیا ہے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ اہلال کے معنی تمام تفاسیر اور کتب احادیث اور کتب لغت میں یہ ذکر کی گئی کہ رفع الصوت بذکر اللہ پھر خواہ مخواہ نیت و نذر کی بحث میں دخل دے کر محض اپنے تیار ورلئے سے منکرین کا اس ذبیحہ کو حرام قرار دینا جس پہ ذبح کے وقت نام خدا ذکر کر دیا گیا۔ سراسر ناانصافی اور بغض ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ذبح کے وقت قول کا اعتبار کیا ہے یا ایسے فعل کو جو عام طور پر مشرکین کرتے تھے نیت و نذر ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلت و حرمت کے بارے میں موثر نہیں فتاویٰ شامی و فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ولو سمع منہ ذکر اسم اللہ تعالیٰ لکنہ عنی باللہ
عزوجل المسیح علیہ السلام قالوا توکل الا اذا نص فقال
بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثۃ فلا یحل ۔ اھ

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۸۵ جلد ۵)

ترجمہ:۔ اگر نصرانی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنا گیا لیکن اس نے لفظ اللہ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا تو مشائخ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے مگر جبکہ وہ تصریح کر دے کہ

اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ اب غور کیجیے کہ نیت کس قدر مشرکانہ ہے کہ لفظ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا گیا ہے باوجود اس کے عام طور پر فقہاء کرام ایسے ذبیحہ کی حلت کا فتویٰ دے رہے ہیں فلاں ولی کی بکری اور فلاں شیخ کی گائے کی صورت میں صرف نامزدگی ہے لیکن ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور وہی اس کی مراد بھی ہے پس وہ صورت جو شامی اور عالمگیری میں ذکر کی گئی ہے نیز یہ کہ وہاں عین ذبح کے وقت لفظ اللہ سے غیر اللہ مراد لیا جا رہا ہے۔

جب یہ ذبیحہ تک فقہاء کے نزدیک حلال ہے تو وہ ذبیحہ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے کیونکر حلال نہیں ہوگا اب اس سے بڑھ کر تصریح سنیئے فتاوی عالمگیری میں ہے۔

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لالھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالی کذا فی التتارخانیہ ناقلا عن جامع الفتاوی۔ اھ فتاوی عالمگیری ص ۲۸۶ جلد پنجم

ترجمہ:۔ مسلمان نے آتش پرست کی بکری ان کے آتشکدہ کے لیے یا کسی کافر کی بکری ان کے بتوں کے لیے ذبح کی تو وہ (حلال ہے) کھائی جائیگی کیونکہ مسلمان نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے ایسا ہی تتارخانیہ میں جامع الفتاوی سے منقول ہے۔

دیکھیے آتش پرست اور کافر کی بکری خاص آتشکدہ اور بتوں کے لیے ذبح کی جارہی ہے باوصف اس کے فقہاء کرام اس کے حلال ہونے کا فتویٰ محض اس بنا پر صادر فرما رہے ہیں کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کر دیا گیا ہے جب کہ ایسا ذبیحہ جس میں نیت محض مشرکانہ اور غیر اللہ کی نذر کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی ہے محض اللہ کا نام عند الذبح لینے سے فقہاء کرام کے نزدیک حلال ہے تو اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ وہ حلت ذبیحہ کے بارے میں عند الذبح ذکر اللہ کو کافی سمجھتے ہیں۔

اور نیت ونذر کو اس باب میں کوئی دخل نہیں دیتے وہ صرف منطوق قرآن کریم کے
پابند ہیں۔ اور اس سے محض اس قدر سمجھا جاتا ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہے جس پر غیر
اللہ کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ ہو نیت ونذر کو جب قرآن نے دخل نہیں دیا تو
فقہاءِ کرام اپنی جانب سے محض قیاس ورائے کی بنا پر نیت ونذر کا اضافہ کرکے
ایک حلال ذبیحہ کو کیونکر حرام کر سکتے ہیں وہ منطوق قرآنی سے نہیں کرنا چاہیے
اسی وجہ سے نیت ونذر اور تقرب بغیر اللہ کی صورتوں کو لکھکر جنہیں عند الذبح
اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے قرآن کے اطلاق کو انہوں نے ذہن نشین کیا ہے یہ مسئلہ
کہ نیت وارادہ حلت وحرمت ذبیحہ میں دخل نہیں۔ عام کے نزدیک اس قدر مسلم
شدہ ہے کہ اس پر امام رازی تفسیر کبیر میں ایک اعتراض وارد کرکے اس کا جواب
اس طرح دیتے ہیں۔

الثالث ای الاعتراض۔۔ الثالث ان النصرانی اذا سمی
اللہ تعالیٰ وانما یرید بہ المسیح فاذا کانت ارادتہٗ
لذلک لم تمنع حل ذبیحتہ مع انہٗ یھل بہٖ لغیر اللہ
فکذلک ینبغی ان یکون حکم اذا ظہر ما یضمرہ عند
ذکر اللہ وارادتہٗ المسیح والجواب عنہ انا انما کلفنا
بالظاہر لا بالباطن فاذا ذبح علی اسم اللہ وجب ان یحل
ولا سبیل لنا الی الباطن۔ اھ تفسیر کبیر جلد دوم

ترجمہ:۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نصرانی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مسیح
علیہ السلام کا ارادہ کرے یہ نیت اور ارادہ ذبیحہ کے حلال
ہونے میں مخل نہیں باوصف اس کے کہ وہ غیر اللہ کا ارادہ کر رہا
ہے تو چاہیئے کہ اس کا حکم بھی یہی حلت کا ہو جبکہ دل کی بات
ظاہر کردے (اور صراحۃً مسیح علیہ السلام کا نام لے لے) اس کا جواب
یہ ہے کہ ہم ظاہر کے ساتھ مکلف ہیں نہ کہ باطن کے ساتھ پس جبکہ

وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے تو واجب اگر ذبیحہ حلال ہو اور باطن پر اطلاع ہمارا کام نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کی حلت وحرمت کا مدار ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر بعض اکابر تابعین عطا بن رباح مکحول شامی، حسن بصری، عامر شعبی اور افضل التابعین سعید بن المسیب تو ظاہر کو بھی باطن کی طرح نظر انداز کرتے ہیں ان کے نزدیک صرف وہ ذبائح حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے جائیں اور ان کے سامنے ذبح کیے جائیں وہ کہتے ہیں۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ سے مراد مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ ہے پس جو ذبائح بتوں کے سامنے کئے جائیں گے صرف وہی حرام ہوں گے باقی ہر قسم کے ذبائح ان کے نزدیک حلال ہیں یہاں تک کہ اگر ذبح کے وقت کوئی نصرانی مسیح علیہ السلام کا نام بھی ذکر کر دے وحضرت مسیح کی نیت بجائے خود رہی) تو وہ ذبیحہ بھی حلال ہے تفسیر کبیر جلد دوم میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من الناس من زعم ان المراد بذلک ذبائح عبدۃ الاوثان الذین کانوا یذبحون لاوثانہم کقولہ تعالٰی وما ذبح علی النصب واجازوا ذبیحۃ النصرانی اذا سمی علیہا باسم المسیح وھو مذھب عطاء ومکحول والحسن والشعبی وسعید بن المسیب

اھ تفسیر کبیر۔ جلد دوم

ترجمہ۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ سے وہ ذبائح مراد ہیں جو مشرکین بتوں پر چڑھاتے تھے جیسے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ یعنی وہ جانور حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے گئے ہوں ان حضرات نے اپنے اسی خیال پر نصرانی کے اس ذبیحہ تک کو حلال قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام ذکر کیا جائے یہ مذہب عطاء ابن رباح مکحول حسن بصری شعبی سعید بن المسیب کا ہے یہ حضرات

وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کو بھی حلال کہتے ہیں جس طرح عہد حاضر کے بعض علماء (جن میں یہ حضرات مفتیین بھی شامل ہیں) مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کو بھی اندرونی نیت کی بناء پر حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ ہر دو گروہ جو اعتدال سے متجاوز اور منطوق قرآن سے انحراف کرنے والے ہیں ان کے مقابلہ میں مذہب اعتدال ہے اور وہی مذہب جمہور علماء کرام و ائمہ عظام و امام مالک و امام شافعی و امام اعظم اور ان کے اصحاب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب عند الذبح مسیح علیہ السلام کا نام ذکر کر دیا گیا تو وہ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا مصداق ہو گیا لہٰذا وہ یقیناً حرام ہے اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حلال ہے کیونکہ یہ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے افراد میں سے نہیں ہے۔ جبکہ اس کے افراد میں سے نہ ہوا تو اس کے حلال ہونے میں کیا شک و شبہ ہے اب خواہ نیت کچھ بھی ہو قرآن کریم سے جس قدر سمجھا جاتا ہے اس کے سختی کے ساتھ یہ حضرات پابند ہیں نہ پہلے گروہ کی طرح حرام کو حلال کہتے ہیں نہ دوسرے طائفہ کی طرح حلال کو حرام قرار دیتے ہیں قرآن کریم نے مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کو حرام قرار دیا ہے یہ حضرات بھی اسکو حرام سمجھتے ہیں اس ارشاد حق تعالیٰ کو دوسرے ارشاد وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ پر محمول کر کے اس کی حلت پر مصون نہیں رہنے جیسا کہ پہلے گروہ نے کیا ہے اور جب قرآن سے بتوں کے ذبائح کے سوا صرف وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی حرمت ثابت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کو اندرونی نیت و نذر غیر اللہ و نامزدگی کے باعث حرام کی فہرست میں داخل نہیں کرتے جیسا کہ دوسرے طائفہ نے کیا ہے۔ تفسیر کبیر میں مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے تحت علامہ فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال مالک و شافعی و ابو حنیفۃ و اصحابہ لا یحل ذلک والحجۃ فیہ انہم اذا ذبحوا علی اسم المسیح فقد اھلوا بہ لغیر اللہ فوجب ان یحرم۔ اھ تفسیر کبیر۔ جلد دوم۔

ترجمہ:۔ آئمہ ثلاثہ امام مالک و شافعیؒ و امام ابو حنیفہ اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ذبیحہ یعنی نصرانی عند الذبح مسیح کا نام ذکر کرنے سے حلال نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انہوں نے ذبح کے وقت مسیح کا نام ذکر کر دیا تو انہوں نے غیر اللہ کا اھلال یعنی بلند آہنگی کے ساتھ غیر اللہ کا ذکر کر دیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کرام و فقہاء عظام کے نزدیک ذبیحہ کی حلت و حرمت کا مدار ذکر و عدم ذکر پر ہے نہ کہ کسی دوسری شے پر خواہ نذر ہو خواہ نا مزدگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو منقول ہے اس نے اس مسئلے کو نہایت واضح کر دیا ہے تفسیر کبیر جلد دوم میں ہے۔

روی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال اذا سمعتم الیھود والنصاریٰ یھلون لغیر اللہ فلا تاکلوا
اذا لم تسمعوھم فکلوا فان اللہ تعالیٰ قد اُحِلَّ ذبائحھم وھو یعلم ما یقولون۔ تفسیر کبیر جلد دوم

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ سے ذبح کرتے وقت یہ سنو تو کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے اور جب وہ کہتے ہیں اس کو اللہ خوب جانتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اھلال کی لغوی اور اصلی معنی رفع الصوت کے ہیں اور اس کے جمیع استعمالات میں یہ ایک قدر مشترک ہے کسی امر باطن و مخفی پر اھلال کا اطلاق نہیں ہوتا حتی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جامع میں کتاب الحج میں فرمایا ہے۔

الاھلال کلہ من الظھور واستھل المطر خرج من السحاب وما اُھِلَّ

لغیر اللہ بہ وھو من استھلال الصبی - ص ۲۱۱ جلد ۱

اور قاموس جلد چہارم میں ہے - استھل الصبی رفع الصوت بالبکاء کاھل - اھ قاموس ص ۵۴ جلد ۴

اور منتہی الارب میں ہے :- اھلال برآمدن ماہ نو و باواز گریستن کودک و برداشت تلبیہ و جز آں آواز را ومنہ قولہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ - ای نودی علیہ لغیر اسم اللہ منتہی الارب ص ۱۳۴۹ ج ۴

الغرض لغات میں اندرونی نیت و نامزدگی کی کہاں گنجائش ہے اسی وجہ سے تمام سیر قدیمہ میں جن پر کہ اعتماد ہے لفظ اھلال کی تشریح بالاتفاق رفع الصوت بذکر اللہ کے ساتھ کی گئی ہے جس کا اعتراف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک ہے لیکن باوصف اس کے وہ اھلال کے بجائے نیت و نامزدگی کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن مجید میں بجائے لفظ اھلال وارد ہونے کے متعلق اپنے فتویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

واما ما وقع فی البیضاوی وغیرہ من التفاسیر انھم قالوا ما اھل بہ لغیر اللہ ای ما رفع الصوت بہ عند ذبحہ للصنم فمبنی علی ماجری عادۃ للمشرکین فی ذلک الزمان کانوا مخلصین فی الکفر وکانوا اذا قصدوا التقریب بذبح بھیمۃ الی غیر اللہ ذکروا علیھا عند الذبح اسم ذلک الغیر بخلاف مشرکی المسلمین فانھم یخلطون بین الکفر والاسلام فیقصدون التقریب بالذبح الی غیر اللہ ویذکرون اسم اللہ تعالیٰ علیھا وقت الذبح فالاول کفر صریح والثانی کفر صورۃ الاسلام وکانوا یعتقدون ان لا طریق للذبح الا ھذا سواء کان للہ ولغیر اللہ ۔ فتاویٰ عزیزیہ (فارسی)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا معقول تو ... یہ ہے کہ وہ ذبیحہ بھی حرام ہے

جس پر غیر اللہ کی نیت یا نذر ہو لیکن ایسا عام لفظ جو اس کو بھی شامل ہوتا اس وجہ سے نہیں لایا گیا کہ قدیم مشرکین کا طریق ذبح مخصوص و مخلصانہ سمجھا جاتا تھا۔ ایسی صورت کوئی نہیں ہوئی تھی کہ دل میں نیت غیر اللہ کی ہو اور زبان پر اللہ کا ذکر ورنہ پھر لفظ عام ارشاد فرمایا جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ خدائے علیم و بصیر کے نزدیک حاضر و غائب ماضی و استقبال سب ایک ہے وہ کسی زمانے کے مخصوص طریق پر اپنے کلام کو تنگ نہیں کر سکتا اس نے جب قمار کو یعنی جوا کو حرام کیا لفظ عام ارشاد فرمایا کہ جس کے احاطہ میں اگلے پچھلے تمام عہد وں کی صورتیں آگئیں روز بروز نئی قمار کی صورتیں نمودار ہو رہی ہیں وہ بھی اس کے مفہوم کے دائرے سے نہیں نکلیں گے۔ قمار کو اگر کسی مخصوص صورت پر حکم حرمت ثابت ہوتا تو وہی حرام ہوتی یا کم از کم دوسری جدید صورتوں میں شک واقع ہو جاتا ہے علاوہ ازیں ہم اس کے پابند ہیں (کیونکہ) النصوص تحمل علی ظواھرھا یعنی اتباع الفاظ نص کی چاہیئے نہ یہ کہ کسی مخترع منشا کے تابع نص کو کیا جاوے یوں نہ ہو تو پھر ملحد و زنادقہ و دھریین عہد کے تصرفات کا باب کھل سکتا ہے کہ وہ ہر ایک نص نے ایک سبب یا منشا قائم کر کے الفاظ نص میں عموم یا خصوص پیدا کرنے لگیں یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے لفظ اھلال کے لغوی معنی سے کہ اسی کا اعتبار ہے مثل سر کے بال کے کبھی تجاوز نہیں کیا اور اس قسم کی رکیک تاویلات سے ان کا دامن ہمیشہ پاک رہا اور اسی لفظ کے ماتحت انہوں نے جزئیات قائم کیئے۔ جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اس کے متعلق نہایت عجیب تحقیق فرمائی ہے۔

چنانچہ تھانوی صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اکثر مفسرین نے اُھِلَّ کی تفسیر ذبح علی اسم غیر اللہ کی ہے معلوم

ہو اکہ وہی جانور مراد ہے جس کو بجائے بسم اللہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس حرام کی ایک فرد یہ بھی ہے چونکہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کردی گئی۔ غایت مافی الباب یہ تفسیر دوسرے فرد سے ساکت رہے گی جو اس میں کچھ مضر نہیں۔ جبکہ اور دلائل حرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اھلال لغتہً عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں آپ کے ارشاد کا یہ جملہ کہ کیونکہ اھلال لغت عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں) خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

تصریحاتِ بالا سے ناظرین کو واضح ہو گیا ہو گا کہ اھلال کے معنی لغتہً ہرگز مطلق نامزد کر دینے کے نہیں ہے اور اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے تو پھر دوسرا فرد بھی لغتہً آیت کے تحت میں آ گیا اس سے سکوت کا مطلب کہاں جو حضرات الفاظ نص سے تجاوز کر جاتے ہیں ان کو قیاس آرائیاں بھی عجیب ہوتی ہیں حضرت شاہ صاحب اندرونی نیت کی بناء پر ذبیحہ کو حرام ارشاد فرما کر جو ہنوز ذبیحہ بھی نہیں ہوا ہے اور اس وجہ سے اس کو ذبح کہنا بھی مجازہے اپنے فتوٰی اور تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ہر گاہ ایں خبث درو سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود مانند سگ و خوک اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند۔ تفسیر عزیزی ص ۶۱۰ پارہ دوم

اس تشریح سے حضرت شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی ذبیحہ کی حرمت پر ایک جس میں نیت غیر اللہ کی ہو اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کر دیا جائے تو یہ شبہ کرے کہ اللہ کے نام کے ذکر کر دینے کا ہی تو ہونا چاہیئے گو کہ نیت فاسد سہی۔ تو اس کو اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ وہ مثل سگ و

خوک کے ہوگیا جس طرح ان میں نام خدا کا ذکر ان کی حلت کا موجب نہیں اسی طرح یہ ذبیحہ قبل الذبح حرمت کی حیثیت سے خوک وسگ کے افراد میں شامل ہوگیا گو کہ اس کی صورت گائے یا بکری کی ہے لیکن اس میں جو حرج ہے وہ ظاہر ہے کہ ایسا ذبیحہ اگر کسی کی میراث میں آگیا اور اس کو نیت کا علم یا وصف اشتہار نہ ہوا تو وہ ایسے خوک وسگ کو جس کی صورت بکری وگائے کی ہے اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کر دے گا۔ اب اس قسم کے حرام ذبیحوں اور اکل حرام سے بچنا تیامت ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ الآية۔ پارہ ۱۷ ع ۱۷

اور اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوگا اور اگر وارث کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہو سکتا ہے تو پھر اندرونی نیت ونذر کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہونا چاہییں جن کے حرمت کا فتوی ان حضرات نے دیا ہے اور نیت ونذر کو کالعدم قرار دینا چاہیے جیسا کہ فقہاء کرام اور جمہور علماء کرام نے کیا ہے۔ جناب مولوی اشرف علی تھانوی نے جب دیکھا کہ عام طور پر فقہاء کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ إن المراد علی القصد عند ابتداء الذبح۔ جیسا کہ شامی اور بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے تو پہلی نیت اگر اس کو دخل بھی ہے تو وہ دوسری نیت سے منسوخ ہو سکتی ہے تو حضرت شاہ کی تجویز میں ترمیم کرتے ہیں (البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لی پھر وہ حلال ہو جاتا ہے) مطلب یہ کہ اگر توبہ کے بعد پھر اس سے منحرف ہو جائے تو وہ پھر حرام ہو جائے گا۔ اور بجلا تینوں کے گوناں گوں۔

تبدیلی سے صدہا بار سگ وخنزیر ہو کر بدستور پھر حلال بکرا بن سکتا ہے دیکھئے لفظ سے ادنیٰ نجا وز کرنے سے کیا کیا بوالعجب صورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے لفظ کی پابندی کرتے ہوئے اندرونی نیت کا اعتبار نہیں کیا اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نیت قابل اعتبار نہیں

اس کا قبل الذبح اشتہار بھی سود مند نہیں اگر عند الذبح اس کا اظہار ہو جائے تو اس کا فقہاء کرام اعتبار کرتے ہیں لیکن بغیر اعلان و اظہار کا بھی اعتبار نہیں کرتے دیکھیے یہ حکم کس قدر معقول و مؤید بالدرایت ہے کہ ذبح کے پیشتر حلال جانور حلال ہی رہتا ہے سگ خنزیر نہیں بنتا نہ خیال کے تبدیل سے بدلتا ہے جو کچھ اس کی حلت وحرمت ہو گی وہ ذبح کے وقت ہو گی بس وحلت وحرمت کا مدار عند الذبح امر ظاہر پر دیکھتے ہیں۔ نہ کہ امر باطن پر اور اس میں جو کچھ مصالح ہیں ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس خلاف میں جس قدر مفاسد ہیں وہ بھی حد حصر وشمار سے خارج ہیں۔ فقہاء کرام کا یہ مسلک اس پر مبنی ہے کہ مدار الاحکام علی الظاہر۔ البتہ امر ظاہر میں وسعت ہے خواہ وہ فعل ہو یا قول جن کی تصریح نص قرآن میں آ چکی پہلی صورت مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ اور دوسری صورت مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ۔ یعنی جو جانور بتوں کے نزدیک ذبح کیا جاوے پہلی صورت میں قول ہے اور دوسری صورت میں فعل یعنی ایسا فعل جو اپنی ہیئت کذائیہ سے غیر اللہ کی تعظیم کا منظر پیش کر رہا ہے اس صورت میں فقہاء کرام نیت تو کیا قول تک کا اعتبار نہیں کرتے کہ فعل کا درجہ قول سے بڑھا ہوا ہے بتوں کے سامنے جانور کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جس سے بتوں کی بغایت تعظیم سمجھی جاتی ہے اور یہی غایت تعظیم شرع میں عبادت قرار دی گئی ہے پس جبکہ صراحۃً بتوں کی عبادت کا منظر سامنے آ گیا تو اب دل میں اللہ کی عبادت کی نیت کرنا یا اس کی نذر کرنا حتیٰ کہ زبان تک اللہ کا نام لینا اس منظر شنیع کا کیا تدارک کر سکتا ہے۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اپنے فعل سے توہین کر دی محض نیت و ذکر سے اس نقصان کا کیا جبر ہو سکتا ہے بلکہ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی نیت اور اس کا ذکر خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک مذاق ہے اور اس کا درجہ بت سے پست کرنا ہے کہ فعل کا جو ظاہر ہے وہ مخصوص ہے بت کے ساتھ اور اندرونی نیت۔ محض زبانی جمع اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ بات کسی طرح شایان شان نہ

معبودِ حقیقی کے نہیں۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد بھی ذبیحہ حرام قرار پائے گا جس کے متعلق عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے اور نص بھی صراحۃً پوری اطلاق کے ساتھ وارد ہو گئی ہے اب منظر جہاں متحقق ہو گا فقہاء کرام حرمتِ ذبیحہ کا حکم پورے اطلاق کے ساتھ صادر فرمائیں گے جس طرح قرآن میں ہے۔ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (الآیۃ پارہ ۶ رکوع ۵) یہ عام ہے خواہ ذبائح پر نام خدا ذکر کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو اس کا حکم نص قرآنی میں یہ ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ یعنی ایسا ذبیحہ حرام ہے۔ فقہاء کرام بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے اس کے قائل ہیں اور اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں نام خدا بھی اگر ذکر کیا جائے تو ذبیحہ حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فعل سے ایسا منظر پیش نظر ہو جائے جو مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کا صحیح مصداق ہو فقہاء کرام کے نزدیک ایک صنم کا انحصار سنگ کی مخصوص صورتوں میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک غیر اللہ جس کی تعظیم اور پرستش اللہ تعالیٰ کی طرح کی جائے وہ ان کے نزدیک صنم و نصب کا مصداق ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو کوئی بادشاہ امیر ہو یا کوئی غریب ہو وہ کسی کا استثناء نہیں کرتے۔ بناءً علیہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ ذبائح حرام ہیں جو قبور کے سامنے ذبح کئے جاویں نہ کہ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی اندرونی نیت فاسد ہے یا فاسد نیت کا پہلے اشتہار ہوا ہے بلکہ اس وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں کہ یہ فعل مشرکین کے افعال کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے اور اس فعل سے بداہۃً تعظیم قبر سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر ذابحین کی نیت نیک بھی ہو اور وہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ذبح کریں اور ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذکر دیں اب فقہاء کرام اس ذبیحہ کو حرام قرار دیں گے ذبیحہ کی حلت و حرمت میں اگر محض نیت کو دخل ہوتا تو وہ ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے ہیں حالانکہ تمام فقہی کتابیں ایسے ذبیحہ کی حرمت کا فیصلہ کر رہے ہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ ایسا ذبیحہ ذبح کے وقت خدا

تعالیٰ کا نام ذکر کرتے پر بھی حرام ہی ہوگا اندرونی نیت بجائے خود ریحرم میں
ذبیحہ حلال بھی اس ذبیحہ کو حلال نہیں کہتے اگر چہ نیت صحیح صالح ہو اور نیک
ہو اور خاص خدا تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہو پس جبکہ نیت کا یہ حضرات بھی اعتبار
نہیں کرتے اور محض قبر پر ذبح ہونے کو علتِ حرمت قرار دیتے ہیں تو ان کو
کیا حق ہے کہ محض قبر پر ذبح ہونے کو علتِ حرمت قرار دیتے ہیں) تو ان کو کیا
حق ہے کہ محض اپنے عقلی قیاس کی بناء پر نیت و نامزدگی کو دخل دے کر ذبیحہ
حلال کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بعض افعال بغیر لحاظ ایسے ہیں کہ ان
کو شرع مطہر نے علامتِ تکذیب و انکار قرار دیا ہے جب ان افعال کا صدور ہو
جائے گا حکم و انکار و تکذیب صادر کر دیا جائے گا کہ دل میں حقیقۃً انکار و
تکذیب بلکہ شرک سے آلودگی تک نہ ہو۔

## شرح عقائدِ نسفی

شرح عقائدِ نسفی میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فلو حصل هذا المعنى۔ اى التصديق القلبى لبعض
الكفار كان اطلاق اسم الكافر عليه من جهة ان عليه شيئًا
من امارات التكذيب والانكار كما فرضنا ان احدا
صدق عليه لجميع ما جاء به النبى صلى الله عليه وسلم و
اقر به وعمل ومع ذلك شد الزنار بالاختيار او
سجد للصنم بالاختيار نجعله كافرا لما ان النبى عليه
السلام جعل ذلك علامة التكذيب والانكار۔

اھ شرح عقائد ص ۱۱۶

ترجمہ:۔ اگر یہ ایمان اور تصدیق قلبی بعض کافروں کو حاصل ہو جائے
تو کافر کا اطلاق اس پر اس وجہ سے ہوگا کہ تکذیب اور انکار کی علامات
اس میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص نے ان تمام

امور کی تصدیق کی جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور ان کی تصدیق و اقرار کیا اور ان پہ عامل بھی رہا اور باوصف ان کے اپنے اختیار سے زُنّار باندھلے اور بت کو سجدہ کیا تو ہم اس کو کافر قرار دیں گے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و اصحابہ اجمعین نے ان امور یعنی زُنّار اور بت کے سجدے کو تکذیب اور انکار کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھئے تصدیق قلبی اور نیک نیتی اور اقرار لسان کوئی چیز ان میں سے اس کو مومن بنانے میں کارآمد نہ ہوئی جب کہ ایسا فعل وہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ جو انکار اور تکذیب کی علامت ہے اسی طرح عین قدوم امیر کے وقت جانوروں کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جو بداہتاً و صراحتاً اس کی غایت تعظیم کا منظر سامنے پیش کر دیتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی رئیس کی آمد پر توپ اور ضرء کی سلامی کی اس قسم کے افعال سے رئیس کی تعظیم ہی سمجھی جائے گی خواہ نیت کچھ ہی ہو اور تاویل کچھ بھی پیش کی جائے کہ توپ کے چلانے سے مقصد کھیت سے گیندموں کا دفع کرنا تھا اس قسم کی تاویلات جس طرح یہاں مفید کار نہیں ہے اسی طرح قدوم امیر کے وقت عندالذبح خدا کا نام لینا تک اس ذبیحہ کو حلال نہیں کر سکتا جبکہ ایسا فعل نمودار ہو گیا جو تعظیم امیر پہ دلالت کرتا ہے اسی منظر تعظیم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فقہائے کرام عام طور پر یہ جملہ ارشاد فرماتے ہیں۔

لو ذبح عند قدوم الامیر

یہ کہیں بھی تحریر نہیں کیا کہ

لو ذبح للامیر

کیونکہ محض امیر کی خاطر جانور ذبح کرنا اور شئے ہے اور اس کے عین استقبال کے وقت اس کے سامنے دھڑا دھڑ جانوروں کا ذبح ہونا بالکل وہ

منظر پیش کر دیتا ہے جو مشرکین بتوں کے سامنے کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اس صورت کو مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ کے افراد میں شامل کر کے الاطلاق حرمت کا حکم صادر فرمایا۔ یہاں سوال نیت کا نہیں ہے بلکہ یہاں مدنظر فعل ہے مجوزین ذبیحہ حلال کو یہ محسوس فعل نظر نہیں آیا اور اس سے انہوں نے علت و حرمت کے بارے میں نیت اور نامزدگی اختراع فرمائی اور اس بناء پر غیر اللہ کے نامزد جانور کو حرام ارشاد فرما گئے۔ جس پر عند الذبح اللہ کا نام ذکر کیا گیا اور فرمانے لگے کہ یہاں ذکر اللہ بھی مفید نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ یہاں آپ کی نیت صالح بھی مفید نہیں ہے۔ صورتِ مسئولہ میں آپ کے زعم کے مطابق حلتِ ذبیحہ میں نیت مؤثر تھی لیکن یہاں نیت بھی مؤثر نہیں ہے۔ ورنہ صاف ارشاد فرمایئے کہ ذبح علی القبور اور ذبح عند قدوم الامیر کے وقت اگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ ذبح حلال ہے اور اگر ایسا ارشاد فرمانے میں اس وجہ سے تامل کریں کہ یہاں فعل نے نیت اور ذکر سب کو کالعدم قرار دے دیا ہے تو اس صورت نے آپ کے اس کلیہ کو بھی درہم برہم کر دیا

مدارِ حلت و حرمت ذبیحہ وقصد و نیت ذابح است

باوصف اس کے آپ حضرات کی معصومیت ہے کہ دُرّ المختار اور ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ایسی تصریحات تلم بند فرما گئے جو بجائے آپ کے ارباب حق کو مفید ہو گئیں جو کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مدار قول پر ہے اور بعض میں مدار فعل پر ہے اور اسی وجہ سے ذبح مسئولہ حلال ہے اس کے علاوہ اس صورتِ مفروضہ پر غور کیجیے کہ ایک شخص نے خالصاً للہ تعالیٰ ایک جانور ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور عند الذبح سہواً غیر اللہ کا نام آہستگی سے بلند آواز میں نکل آیا۔ فرمایئے کہ یہ حلال ہے کہ حرام اگر حرام ہے تو نیت کالعدم ہو گئی جو مجوزین ذبح حلال کے نزدیک حلت و حرمت کا مدار نیت پر تھی دوسرا یہ کہ اہلال بمعنی نیت و نامزدگی نہ رہا بلکہ بمعنی

رنج صوت رہے گا۔ جس کے فقہاء کرام اور ارباب حق قائل تھے اور اگر اس کو حلال ارشاد فرماتے در آں حالیکہ آپ حضرات کے سوا تمام امتِ محمدیہ کا اتفاق ہے کیونکہ یہ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا مصداق ہے تو پھر جس طرح ذبح مسئولہ کو جو حلال ہے آپ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اس ذبح کو جو بہ مصداق آیتِ کریمہ کے حرام ہے حلال قرار دیجیے تاکہ یہ حلت آپ کی حرمت کا کفارہ ہو جائے اور اگر آپ یہ ارشاد فرمادیں کہ نیت صرف حرام کر سکتی ہے حلت میں اس کو دخل نہیں تو پھر آپ کی یہ اصل غلط ہو جائے گی کہ "مدار حلت و حرمت ذبیحہ بر قصد و نیت ذابح ہست" اس قسم کی دشواریاں ان کو پیش آتی ہیں جو جادۂ حق سے منحرف ہو جائے۔ فقہاء کرام اور ان کے متبعین ارباب حق کو کوئی مشکل درپیش نہیں ان کے نزدیک ہر دو آیۃ کریمہ یعنی۔

مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اور مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ

دونوں عام مطلق ہیں۔ ان ہر دو آیت کے ماتحت انہوں نے مدار قول اور فعل پر رکھا ہے۔ جب نیت کا آیات میں ذکر ہی نہیں ہے تو وہ اس کا کیوں لحاظ کرتے ہیں۔؟ اور جب لحاظ نہیں ہے تو نیت کے مطابق اور عدم مطابق کا سوال ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اب صرف واقعہ کی صورتحال باقی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں جو ہر دو آیت کی بناء پر ہے تمام خلفشار دور ہو جاتا ہے اور فقہائے کرام کی عبادات میں تناقض باقی نہیں رہتا اسی طرح ایک دوسرا تناقض بھی اٹھ جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے نذر غیر اللہ کو حرام قرار دیا ہے ایسا کرنے والے کو ملعون تک لکھ دیا ہے ایسے فعل کو وہ شرک بھی لکھتے ہیں۔ باوصف

اس کے اس ذبح کو حلال کہتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو اور لفظ اللہ سے مراد مسیح ہو ان کے نزدیک وہ ذبح بھی حلال ہے جس میں مسلمان اللہ کا نام لینے والا محض آلہ کار ہو اور نیت نذر کافر کی جس کی تصریحات گذر چکیں یہ کیا تناقض

اور تناقض ان کی فہم کی بناء پر ہے کہ واقع میں فقہائے کرام فقہاء ہیں۔ وہ فعل اور عین میں فرق کرتے ہیں ذبح اور ذبیحہ کو ایک نہیں سمجھتے ذبح ذابح کا فعل ہے، ذبیحہ ذابح کا فعل نہیں ہے بلکہ وہ ایک عین قائم بالذات ہے۔ ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلت وحرمت اور چیز ہے اور خود ذابح کا فعل غیر اللہ یا اللہ کیلئے ذبیح یا نذر للہ یا غیر اللہ دوسری چیز ہے۔ جب ذابح کے فعل سے بحث کریں گے تو اس کے متعلق احکام ذکر کریں گے اور ذبیحہ کی حلت وحرمت یا اس کے اکل کی حلت وحرمت کو نظر انداز کردیں گے اسی طرح جب حلت وحرمت کی ذبیحہ پر قلم اٹھائیں گے تو ان کے پیش نظر صرف ذبیحہ ہوگا فعل ذابح قلم نظر انداز کردیں گے اس مقام پر عام طور سے وہ الفاظ "یوکل اور مایوکل" ذکر کرتے ہیں تاآنکہ یہ ذہن نشین ہوجائے کہ یہاں مقصد صرف اکل ذبیحہ وعدم اکل ذبیحہ ہے۔ فعل ذابح سے بحث نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کریں گے یا ایک کو قصدی طور پر اور دوسرے کو ضمنی طریق سے ادا کریں گے لیکن دونوں کے احکام میں خلط مبحث نہیں کریں گے اور نہ کہ ایک کا حکم دوسرے کو دیں گے ان کی یہ عادت تمام مسائل میں ہے۔ ایک مسئلہ فقہیہ سے یہ بات ذہن نشین ہوسکتی ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے شخص کی کوئی قیمتی چیز غصب کرلی اور بجائے اس شئے کے واپس کرنے کے اس کی قیمت ادا کردی تو فقہاء کرام یہی حکم صادر کرتے ہیں کہ جب غاصب نے قیمت ادا کی اور ادا کرنے کے بعد شئے کا مالک ہوجائیگا ان کے اس فیصلہ میں نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص دونوں چیزوں یعنی شئے اور شئے کی قیمت کا مالک نہیں ہوسکتا جب مغصوب نے شئی کی قیمت لے لی تو بالضرور وہ شئے اس کی ملک سے نکل کر غاصب کی ملک میں آجانا چاہیئے ورنہ پھر مغصوب عوض ومعوض عنہ دونوں کا مالک ہوجائے گا اس صورت میں عوض عوض نہ رہے گا نہ قیمت قرار پائے گی ان کے فیصلے سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ غصب کو جائز مانتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ ان کے نزدیک

غصب بالکل ناجائز و حرام ہے لیکن جبکہ کسی نے یہ ناجائز فعل اختیار کر لیا ہے اور قیمت دیدی اور مغصوب منہ نے قیمت وصول کرلی تو اس کا حکم بیان کرنا ضروری ہے۔ غصب کے ناجائز ہونے سے غاصب کا تملک ناجائز نہیں ہو سکتا البتہ غصب کی سزا کا وہ ضرور مستحق ہے لیکن شے کا وہ مالک ہو گیا جبکہ سابق مالک نے اس کی قیمت لے لی۔ اسی طرح نکاح فاسد، فاسد حرام ہے لیکن، اولاد کا نسب صحیح و ثابت مانا جائے گا۔ پس اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ نذر غیر اللہ ناجائز حرام بلکہ شرک ہے لیکن ذبیحہ حلال ہو اسی طرح ذابح، کافر و مشرک ہو لیکن ذبیحہ حلال و طیب اور ذبیحہ اہل کتاب تمام فقہاء کرام حلال کہتے ہیں۔ اس سے شاید محرمین ذبیحہ حلال کو بھی انکار ہو گا حالانکہ ذابح کافر ہیں۔ ذابح کے کفر اور مشرکانہ نیت کا اثر خود اس کی ذات پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔ یہ حضرات یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فعل ذابح کا جبکہ ناجائز و حرام ہے تو ذبیحہ کو بھی ناجائز و حرام ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے ذبیحہ کے حرمت کے سلسلہ میں نذر غیر اللہ اور تقرب لغیر اللہ کی حرمت کی تصریحات بے تامل کرتے چلے گئے ہیں۔

## خلاصۂ کلام

پس فعل ذابح کا مقبول ہونا یا مردود ہونا اور چیز ہے اور ذبیحہ کا کھانے کے قابل ہونا یا نہ ہونا شے دیگر ہے اسی طرح نیت کا اثر فعل ذبح پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر نیت اگر مؤثر بھی ہوتی ہے تو افعال میں نہ کہ اعیان میں کہ زندہ بکری کو سگ و خوک بنا دے تبیح نیت سے افعال میں ضرور قباحت پیدا ہوگی نہ کہ یہ حیوانات کے خون بدلنے میں اس کو دخل ہوگا نیت کی اس تاثیر کو ارباب حق بھی مانتے ہیں۔ لیکن ذبح میں نہ کہ ذبیحہ میں یہ خلاف نص قرآنی ہے ان کے ہاں تو صرف خالص مسلم کا ذبیحہ حلال ہے جو ظاہراً و باطناً مسلم ہو اور ذبح کے وقت نہیں بلکہ خریداری کے وقت اس کی نیت خالص لوجہہ کریم ہو اور ذبح بالکل جائز ہو گویا کہ ذبح و ذابح و ذبیحہ حسن و قبح و حلت و حرمت

آپس میں متلازم ہیں۔ اس طور پر ذبائح اہل کتاب اور ذبائح منافقین سب ناجائز ہوں گے حالانکہ منافقین کے ذبائح عہد اقدس میں عام طور پر کھائے جاتے تھے اور اہل کتاب کے ذبائح کی حلت کا انکار محرمین ذبیحہ حلال کو بھی نہ ہوگا اور جب یہاں تک تنزل اختیار کر لیا جا سکتا ہے تو محض ان عبارات کے لانے سے کیا فائدہ جس میں تقرب الی اللہ کو شرک اور ایسے تقرب کرنے والے کو مرتد اور کافر قرار دیا گیا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک وہ کافر ہے۔ مرتد ہے لیکن اس سے ذبیحہ کے اکل و عدم اکل کا کوئی علم نہ ہوا نہ اس میں وہ ... کی صراحت ہے صرف فعل ذابح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے اب۔ بامسئلہ اکل کا یعنی اس جانور کے کھانے کا تو اس کا جواب یہ ہے اگر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو حرام ہے اور اگر اللہ کا نام لیا ہے تو حلال ہے۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح حرام ذبیحہ کو حلال قرار دینا قبیح و برا ہے اسی طرح ذبیحہ حلال کو محض اپنی رائے سے حرام قرار دینا بھی قبیح و برا ہے اور سخت گناہ ہے

## قارئین کرام

الحمد للہ رب العالمین، وما اہل بہ لغیر اللہ کا جواب باصواب بفضل اللہ و رسولہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام آپ کے سامنے عیاں ہوا جس سے مخالف کا بطلان اور مسلک حق اہلسنت و جماعت کی حقانیت ظاہر ہوئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بطفیل اولیاء کرام سب کو مذہب مہذب اہلسنت و جماعت پر قائم و دائم رکھے اور اسی پر خاتمہ کرے آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین

کتبہ احقر الوریٰ الفقیہ محمد عبد اللہ نعیمی عفی عنہ